جدید مسائل کے شرعی احکام

افادات
مفتی اعظم مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

دار الہدیٰ پبلشرز
کتاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
7124882

ٹیلیفون	انعامی ٹکٹ	مشینی ذبیحہ	ضبطِ ولادت	تصویر
بیمہ				سینما
سُود				ریڈیو
ووٹ				کھیلیں
انجکشن	ریل کا سفر	ہوائی سفر	بحری سفر	شکار

جدید مسائل کے شرعی احکام

افادات : مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب : مولانا محمد اقبال قریشی ہارون آبادی

[illegible] پبلشرز

کتاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 7124882

قیمت -/15 روپے

فہرست

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احقر نے برادر محترم جناب محمد اقبال قریشی صاحب کا رسالہ "جدید مسائل کے شرعی احکام" اول سے آخر تک بغور مطالعہ کیا، دور حاضر کے جدید مسائل کے متعلق شرعی احکام جو والد ماجد" نے اپنی بہت سی تصانیف میں متفرق مقامات پر تحریر فرمائے تھے قریشی صاحب نے ان میں سے ضروری مسائل کو منتخب کر کے نہایت احتیاط جانفشانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔

اس کام میں یہ ضروری احتیاط دیکھ کر بہت مسرت ہوئی کہ سب مسائل والد ماجد" ہی کے الفاظ میں بعینہ نقل کیے ہیں جہاں کسی توضیح و تشریح کی ضرورت دیکھی اسے قوسین یا حاشیہ پر ممتاز کر کے تحریر کیا ہے۔ احقر نے اس رسالے کے متعدد مسائل کی عبارتیں والد ماجد کی تصانیف میں نکال کر دیکھیں تو کسی لفظ میں ادنیٰ رد و بدل بھی نہیں ملا یہ اس رسالہ کی ایسی خوبی ہے جس نے اس کے اعتماد اور افادیت میں بھرپور اضافہ کیا ہے۔

مؤلف محترم نے یہ رسالہ ترتیب دے کر کم فرصت قارئین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان مسائل کے لیے اب بہت سی تصانیف کی ورق گردانی کی بجائے یہ مختصر رسالہ انشاء اللہ کافی ہو جائے گا۔ یہ مسائل جو درحقیقت اقتباسات ہیں۔ والد ماجد" کی جن کتابوں سے یہ لیے گئے ہیں ان کے حوالے بھی ساتھ درج ہیں۔ تاکہ جن حضرات کو زیادہ تفصیل اور دلائل مطلوب ہوں وہ اصل کتابوں کی طرف مراجعت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو نافع اور مقبول بنائے اور مؤلف محترم کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بندہ محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
خادم دار العلوم کراچی نمبر ۱۴
۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ واولیاءہ اجمعین ○ وبارک وسلم وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔ اما بعد

حق سبحانہ وتعالیٰ نے مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدی ومرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ کو فقہ میں مہارت تامہ اور خاص مناسبت عطا فرمائی تھی کہ جس مقام اور جگہ پر تشریف فرما ہوتے وہی دار الافتاء بن جاتا۔ ع

جس بزم میں گئے اسے میخانہ کر دیا۔

پھر تازیست دیگر شعبہ ہائے دین میں بالعموم اور فقہ میں بالخصوص اپنی خدمات جلیلہ سرانجام دیں پھر امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے اپنی تصانیف کثیرہ میں وقتی ضروریات کے بارے میں احکام شرعی کی تحقیق وتفصیل بیان فرمائیں جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص ذوق اور ملکہ عطا فرمایا تھا:

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بلکہ نئے پیش آمدہ فقہی مسائل کی تحقیقات کے لیے کراچی کے ماہرین اہل فتاویٰ کی مجلس مشاورت بھی قائم فرمائی تھی۔ جس کے بعد دور حاضر کے پیش آمدہ مسائل پر مشتمل متعدد رسائل تحریر فرمائے۔

احقر نے ان سب رسائل اور حضرت قدس سرہ کی دیگر تصانیف سے دور حاضر کی ضروریات کے مسائل حضرت مفتی اعظم قدس سرہ ہی کی عبارات میں یکجا جمع کر دیے ہیں اور اس کا ثواب بھی حضرت قدس سرہ کے لیے وقف کر دیا ہے۔

انہیں کی نظر کروں تحفہ یہ گل دستہ
یہ میں نے جن کے گلستان سے کی ہے گل چینی

حق تعالیٰ شانہ حضرت مفتی صاحب کے طفیل اسے قبول فرمائیں اور اسے مقبول عام فرمائیں۔ اس طرح الحمدللہ عوام کو متعدد دور حاضر کے مسائل اس رسالہ میں مل جائیں گے۔ حضرات محققین اصل رسالہ میں دلائل ملاحظہ فرما سکتے ہیں گویا کم فراست احباب کے لیے یہ ایک گراں قدر تحفہ ہے جو صاحب اس سے نفع اٹھائیں وہ اس خاکسار کے لیے بھی خصوصی دعا فرمائیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اسے مرضیات پر چلنے اور نامرضیات سے بچنے کی توفیق بخشے آمین۔ اور زندگی کی بقیہ ساعات کو توفیق ندامت سے غفلت کی تلافی فرمائیں آمین۔

فقط آپ کی دعاؤں کا از حد محتاج
بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ
مدیر ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد، ضلع بہاولنگر

ریل میں سفر (ماخوذ رفیق سفر ص ۲۰-۲۱) کرنے کے احکام

مسئلہ: ریل میں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ قیام فرض ہے۔ بلا عذر شرعی کے بیٹھ کے پڑھنے سے نماز فرض ادا نہ ہوگی۔
(شرح منیہ و امداد الفتاویٰ ج ا ص ۳۵۱)

البتہ اگر کوئی شخص کسی مرض یا کمزوری کے سبب ریل کی حرکت میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اسے گر جانے کا خطرہ ہے اس کے لیے بیٹھ کر نماز جائز ہے جیسے زمین پر نماز پڑھنے کا حکم ہے کہ جو قیام پر قدرت نہیں رکھتا بیٹھ کر پڑھے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ عام حالات میں عام لوگ چلتی ہوئی ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر بہت سے لوگ ناواقفیت سے بلاوجہ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ادا نہیں ہوتی اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کھڑے ہونے پر قدرت تو ہے مگر ریل میں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکے تو مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو بیٹھ کر نماز ادا کرے مگر بعد میں اس کو قضا کرنا پڑے گا کیونکہ تنگی کی وجہ سے فرض قیام ساقط نہیں ہوتا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: عام حالات کی طرح ریل میں بھی استقبال کعبہ (قبلہ کی طرف منہ کرنا) ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اگر درمیان نماز کے ریل کا رخ بدل جانے کا علم ہو جائے تو نمازی کو چاہیے کہ اسی حالت میں اپنا رخ قبلہ کی طرف پھیر لے۔

مسئلہ: ریل والوں کی طرف سے جس قدر اسباب بلا محصول لے جانے کی اجازت ہے اس سے زیادہ لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: رشوت دے کر سامان کا وزن کم لکھوانا جائز نہیں۔ اس صورت سے آپ سے دو گناہ ہوئے ایک رشوت دینے کا دوسرا بلا محصول اسباب لے جانے کا۔

مسئلہ: اگر کبھی اتفاق سے بلا ٹکٹ سوار ہو گئے یا کسی ضرورت سے بلا محصول قاعدہ سے زیادہ اسباب لے گئے اور اب شرمندگی ہوتی ہے اور ریل والوں کا حق ادا کرنے کو جی چاہتا ہے تو آسان ترکیب یہ ہے کہ آپ نے ریل والوں کا جس قدر نقصان کیا ہے اسی قیمت کا ٹکٹ لے کر چاک کر ڈالو اس سے نفع نہ اٹھاؤ۔ دیکھئے ریل والوں کے پاس ان کا حق پہنچ گیا۔

مسئلہ: قلی اور مزدور کے ساتھ اجرت طے کر کے اسباب رکھنا چاہیے ورنہ اس مقام کی معروف مزدوری دینا چاہیے۔

بحری سفر (ماخوذ رفیق سفر ص ۴۶-۴۷) کے احکام

مسئلہ: خشکی میں تین دن کا سفر شرعی اعتبار سے اڑتالیس میل کا سفر سمجھا جاتا ہے لیکن دریا اور پہاڑ کے سفر میں یہ مسافت معتبر نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ متوسط درجہ کی کشتی تین دن میں کتنی مسافت طے کرتی ہے وہ ہی مسافت قصر ہوگی۔ اگرچہ بڑا دخانی جہاز اس کو ایک ہی گھنٹے میں طے کر لے۔ اسی طرح پہاڑ کی چڑھائی میں متوسط طاقت والا آدمی تین دن میں اتنی مسافت طے کر سکتا ہے وہ ہی مسافت شرعی ہوگی اور نماز کا قصر اس پر لازم ہوگا اگرچہ ہوائی جہاز یا کوئی دوسری سواری میں وہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکے۔

مسئلہ: دریا کے سفر میں کشتی یا جہاز پر امام اعظم کے نزدیک بغیر عذر کے بھی نماز فرض بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا سب کے نزدیک افضل ہے۔ (شرح منیہ ص ۲۷۰)

مسئلہ: کشتی یا جہاز لنگر ڈالے ہوئے کھڑا ہے تو اس میں بلا عذر کے بیٹھ کر نماز جائز نہیں۔

مسئلہ: کشتی اور جہاز میں بھی استقبال قبلہ شرط ہے قبلہ کی شناخت دریا میں چاند سورج اور دوسرے ستاروں سے بھی ہو سکتی ہے اور قطب نما سے بھی۔

مسئلہ: جس شخص کو جہاز یا کشتی میں متلی اور چکر آتے ہوں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی قدرت نہ رہے وہ لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ہوائی جہاز (ماخوذ رفیق سفر ص ۴۷-۴۸) کے احکام

مسئلہ: جب تک ہوائی جہاز زمین پر کھڑا ہے یا زمین پر چل رہا ہے اس وقت تک تو وہ ریل کے حکم میں ہے اس پر نماز باتفاق جائز ہے۔ لیکن جب وہ پرواز کر رہا ہو تو اس حالت میں بھی عذر کی وجہ سے نماز جائز ہے۔ اس لیے اگر یہ اندیشہ ہو کہ جہاز کے منزل پر پہنچنے تک نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز ہوائی جہاز میں جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ' ج ا' ص ۳۶۵ تا ص ۳۶۸)

مسئلہ: اگر کھڑے ہو کر ہوائی جہاز میں نماز پڑھ سکتا ہے تو کھڑے ہو کر ادا کرے ورنہ بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: ہوائی جہاز میں اکثر تو وضو کے لیے پانی مل جاتا ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے۔ بشرطیکہ منزل پر اترنے تک نماز کا وقت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو۔

مسئلہ: جس شخص کو ہوائی سفر طویل ہو اور یہ خطرہ ہو کہ بعض اوقات پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کی ضرورت پڑے گی اس کو چاہیے کہ مٹی کا برتن ساتھ رکھ لے اس پر تیمم ہو سکتا ہے یا کپڑے کا تھیلہ میں مٹی بھر کر ساتھ

رکھ لے۔ تھیلہ کے اوپر تیمم ہو جائے گا جبکہ مٹی کی گرد کپڑے کے اوپر تک پہنچی ہوئی ہو۔

مسئلہ: ہوائی جہاز میں بھی نماز کے لیے استقبال قبلہ ضروری ہے اگر قبلہ کے رخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو تو اندازہ اور اٹکل سے کام لے کر رخ سیدھا کرے جس طرف اس کا اندازہ قائم ہو جائے وہی اس کے لیے سمت قبلہ ہے اگر بعد میں بالفرض اندازہ غلط بھی معلوم ہو تو نماز صحیح ہو گئی لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

رؤیت ہلال کے احکام

مسئلہ: ٹیلیگرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لیے محض ایسی خبروں سے ہلال ثابت نہ ہو گا۔

مسئلہ: عہد رسالت اور خلافت راشدہ اور قرون خیر کے اس تعامل کی بناء پر ہمارے نزدیک کسی طرح مستحسن اور پسندیدہ نہیں کہ ہوائی جہازوں میں اڑ کر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ ع ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ کیونکر مانا کہ عہد رسالت میں ہوائی جہاز نہیں تھے مگر مدینہ میں سلع پہاڑ سامنے کھڑا ہے اس کے اوپر کچھ آبادی ہے جبل احد بھی ساتھ لگا ہوا ہے مکہ مکرمہ تو سب پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور جبل ابی قیس بالکل شہر سے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن عہد رسالت پھر خلافت راشدہ اور قرون خیر میں کہیں نظر سے نہیں گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاند دیکھنے کا اتنا اہتمام کیا ہو کہ لوگوں کو ان پہاڑوں کے کسی اونچے مقام پر چڑھ کر چاند دیکھنے کے لیے بھیجا ہو۔

مسئلہ: جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کر دیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات اور دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہٖ نشر کیے جائیں جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لیے درست نہیں اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کے لیے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مسلم مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کے لیے ہو' تو اس کا فیصلہ اپنے حدود ولایت میں واجب العمل ہو گا اس لیے جو فیصلہ پاکستان (جیسا کہ آج کل مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کیا جاتا ہے کہ اس کمیٹی کو سربراہ مملکت نے پورے ملک کے لیے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہوا ہے۔ احقر قریشی غفرلہ) میں صدر مملکت یا ان کے نمائندہ مجاز' کی طرف سے ریڈیو پر نشر کیا جائے اور اس میں مذکور الصدر احتیاط سے کام لیا گیا ہو وہ پورے ملک کے لیے نافذ العمل ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی علاقہ ایسا نہ ہو جہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا مذکورہ تحقیق کے مطابق ضروری ہو۔

مسئلہ: رمضان المبارک کے چاند میں چونکہ شہادت یا استفاضہ خبر دونوں شرط نہیں ہیں ایک ثقہ مسلمان کی خبر بھی کافی ہے۔ اس لیے خط اور آلات جدیدہ (ٹیلیفون' ریڈیو' ٹیلی ویژن) کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بچشم خود چاند

دیکھنا بیان کرے اور جس کے سامنے یہ خبریان کی جا رہی ہے وہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کی شہادت کو قابل عمل سمجھتا ہو۔ (ماخوذ آلات جدیدہ' ص ۱۲۰-۱۲۱)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کے مسائل

بقلم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ'

مہتمم دار العلوم' کراچی

مسئلہ: جبری پراویڈنٹ فنڈ (پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ ص ۲۵ تا ص ۳۰) میں ملازم کی تنخواہ سے جو رقم ماہ بماہ کاٹی جاتی ہے اور اس پر ہر ماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کرتا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ بنام سود جمع کرتا ہے شرعاً ان تینوں رقموں کا حکم ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ سب رقمیں درحقیقت تنخواہ ہی کا حصہ ہیں اگرچہ سود یا کسی اور نام سے دی جائیں لہٰذا ملازم کو ان کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ ان میں سے کوئی رقم بھی شرعاً سود نہیں۔ البتہ پراویڈنٹ فنڈ میں رقم اگر اپنے اختیار سے کٹوائی جائے تو اس پر جو رقم محکمہ بنام سود دے گا اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس میں تشبہ بالربا بھی ہے اور سود خوری کا ذریعہ بنا لینے کا خطرہ بھی۔ اس سے خواہ وصول ہی نہ کریں یا وصول کر کے صدقہ کر دیں۔

تنبیہ: یاد رہے کہ جو ملازم مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے یہ سمجھتا تھا کہ جبری فنڈ پر محکمہ جو رقم بنام سود دیتا ہے وہ شرعاً بھی سود ہے پھر اس نے سود ہی سمجھتے ہوئے محکمہ سے اس زائد رقم کا معاملہ کیا تو اگرچہ یہ زاید رقم اس کے لیے حلال ہے مگر اس نے جو سود لینے کی نیت کی یہ نیت گناہ ہے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ اس غلط نیت سے توبہ کرے۔ (یہ حکم پراویڈنٹ فنڈ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر حلال چیز جو حرام نیت سے استعمال کی جائے اس کا یہی حکم ہے مثلاً کوئی بکرے کا گوشت یہ سمجھ کر کھائے کہ یہ ... کا گوشت ہے تو اگرچہ یہ گوشت حلال

ہے مگر اس نے یہ حلال گوشت خنزیر کا گوشت کھانے کی نیت سے کھایا ہے یہ نیت حرام ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔)

مسئلہ: جو حکم درج بالا مسئلہ میں بیان کیا گیا ہے یہ اس وقت ہے جب کہ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم نے اپنی طرف سے کسی شخص یا کمپنی وغیرہ کی تحویل میں نہ دلوائی ہو بلکہ محکمہ نے اپنے تصرف میں رکھی ہو۔ یا اگر کسی شخص یا کمپنی وغیرہ کو دی ہو تو اپنے طور سے اپنی ذمہ داری پر دی ہو اور اگر ملازم نے اپنی ذمہ داری پر یہ رقم کسی شخص یا بنک یا بیمہ کمپنی یا کسی اور مستقل کمپنی مثلاً ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ وغیرہ کی تحویل میں دلوادی تو یہ ایسا ہے جیسے خود وصول کر کے اس کی تحویل میں دی ہو۔ اب اگر بنک یا کمپنی وغیرہ اس پر کچھ سود دیں تو یہ شرعاً بھی سود ہو گا جس کا لینا حرام ہے۔ فنڈ خواہ جبری ہو یا اختیاری۔

مسئلہ: البتہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ وغیرہ کو اس شرط پر دلوائی ہو کہ وہ اسے اپنی تجارت میں لگائے اور ملازم نفع و نقصان میں شریک ہو یعنی کمپنی کو نقصان ہوا تو ملازم کے حصہ کا نقصان ملازم پر پڑے اور نفع ہوا تو نفع کا اتنا فیصد (جتنا بھی طے ہوا ہو) ملازم کو ملے تو جو نفع اس صورت میں ملازم کو ملے گا وہ سود نہیں خواہ فنڈ جبری ہو یا اختیاری دونوں صورتوں میں اس نفع کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔

مسئلہ: تنخواہ سے جو رقم پراویڈنٹ فنڈ میں کاٹی جاتی ہے اور اس پر ماہ بماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کرتا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ (بنام سود یا انٹرسٹ) ملازم کے حساب میں جمع کرتا ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب پر ان میں سے کسی رقم پر سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہاں

وصول ہونے کے بعد سے ضابطہ کے مطابق اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے مگر صاحبین کے نزدیک یہ رقم وصول ہونے کے بعد سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہو گی لہٰذا اگر کوئی شخص تقویٰ اور احتیاط پر عمل کرتے ہوئے سالہائے گزشتہ کی بھی زکوٰۃ دے دے تو افضل اور بہتر ہے نہ دے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہے فنڈ خواہ جبری ہو یا اختیاری' زکوٰۃ کے مسائل میں دونوں کے احکام یکساں ہیں۔

مسئلہ: مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جبکہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی دوسرے شخص یا کمپنی وغیرہ کی تحویل میں منتقل نہ کرادی ہو' اگر ایسا کیا یعنی اپنے فنڈ کی رقم اپنی طرف سے اپنی ذمہ داری پر کسی شخص یا بینک یا بیمہ کمپنی' کسی اور مستقل تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ وغیرہ کی تحویل میں دلوادی تو یہ ایسا ہے جیسے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہو کیونکہ اس طرح جس کمپنی وغیرہ کو یہ رقم منتقل ہوئی وہ اس ملازم کی وکیل ہو گئی اور وکیل کا قبضہ شرعاً متوکل کے قبضہ کے حکم میں ہے۔ لہٰذا جب سے یہ رقم اس کمپنی وغیرہ کی طرف منتقل ہو گی اس وقت سے اس پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہو جائیں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ضابطہ کے مطابق واجب ہوتی رہے گی۔

مسئلہ: اسی طرح اگر ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی تجارتی کمپنی کو اس شرط پر دلوادی کہ وہ اسے تجارت میں لگائے اور ملازم اس کے نفع و نقصان میں شریک ہو تو جس وقت سے یہ رقم کمپنی کو منتقل ہو گی اس پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہو جائیں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ملازم پر ضابطہ کے مطابق واجب ہوتی رہے گی اور جب اس پر نفع ملنا شروع ہو گا تو نفع پر بھی زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے۔

مسئلہ: جب یہ رقم ملازم یا اس کے وکیل کو وصول ہوگی تو زکوٰۃ کے مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر اس کا حکم اور ضابطہ وہی ہوگا جو کسی اور نئی آمدنی (مال مستفاد) کا ہوتا ہے اور تفصیل اس ضابطہ کی یہ ہے۔

(۱) ملازم اگر وصولیابی سے پہلے بھی صاحب نصاب نہیں تھا اور فنڈ کی رقم بھی اتنی کم ملی کہ اسے ملا کر بھی اس کا کل مال مقدار نصاب کو نہیں پہنچا تو وجوب زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) اگر پہلے صاحب نصاب نہیں تھا مگر اس رقم کے ملنے سے صاحب نصاب ہوگیا تو وصول یابی کے وقت سے جب تک پورا ایک قمری سال نہ گزر جائے اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہ ہوگی اور سال پورا ہونے پر بھی اس شرط پر واجب ہوگی کہ اس وقت تک یہ شخص صاحب نصاب رہے۔ لہٰذا اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال خرچ کیا چوری وغیرہ ہو کر اتنا کم رہ گیا کہ یہ شخص صاحب نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور اگر خرچ ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدر نصاب بچا رہا تو جتنا بچا صرف اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی جو خرچ ہوگیا اس کی واجب نہ ہوگی۔

(۳) اگر یہ ملازم پہلے سے صاحب نصاب تھا تو فنڈ کی رقم مقدار نصاب سے خواہ کم ملے یا زیادہ، اس کا علیحدہ شمار نہ ہوگا بلکہ جو مال پہلے سے اس کے پاس تھا جب اس کا سال پورا ہوگا فنڈ کی وصول شدہ رقم کی زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہو جائے گی خواہ اس نئی رقم پر ایک ہی دن گزرا ہو۔ مثلاً ایک شخص کی ملکیت میں دو ہزار روپے سال بھر سے موجود تھے۔ سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے اسے پراویڈنٹ فنڈ کے ایک ہزار روپے اور مل گئے تو اب اگلے روز اسے پورے تین ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

مسئلہ: جو شخص پہلے سے صاحب نصاب تھا اور سال پورا ہونے سے مثلاً چار ماہ قبل اسے فنڈ کی رقم مل گئی مگر وصول یابی کے بعد چار ماہ گزرنے نہ پائے تھے کہ کچھ روپے خرچ ہوگئے تو اب باقی ماندہ مال اگر بقدر نصاب ہے تو

جتنا باقی ہے اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور جو خرچ ہوگیا اس کی واجب نہ ہوگی، اگر باقی ماندہ مال نصاب سے کم ہے تو بالکل واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ: مسائل زکوٰۃ کی یہ سب تفصیل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھی اور اگر احتیاطاً صاحبان کے قول کے مطابق سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ بھی دے دی تو یہ بہت بہتر اور افضل ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سے ملازم صاحب نصاب ہوا، اس وقت سے ہر سال کے اختتام پر یہ حساب کر لیا کرے کہ اب اس کے فنڈ میں کتنی رقم جمع ہے جتنی اس وقت ہو اس کی زکوٰۃ ادا کرے اسی طرح ہر سال کرتا رہے۔

مسئلہ: معلوم ہوا ہے کہ محکمہ ملازم کو اس کے فنڈ میں سے بوقت ضرورت کچھ رقم بنام قرض دے دیتا ہے پھر اس کی اگلی تنخواہوں سے قسط وار اتنی ہی رقم اور کچھ مزید (ایک زائد قسط محکمہ وصول کرتا ہے احقر قریشی غفرلہ) رقم جو بنام سود ہوتی ہے کاٹ کر مجموعہ اسی ملازم کے فنڈ میں جمع کر دیتا ہے اور اختتام ملازمت پر کل رقم اسی کو مل جاتی ہے۔ یہ معاملہ اگرچہ سودی قرض کے نام سے کیا جاتا ہے لیکن شرعی نقطۂ نگاہ سے یہ نہ قرض ہے نہ سودی معاملہ۔ قرض تو اس لیے نہیں کہ ملازم کا جو قرض محکمہ کے ذمہ تھا اور جس کے مطالبہ کا اسے حق تھا اس نے اسی کا ایک حصہ وصول کیا ہے۔

اور بعد کی تنخواہوں سے جو رقم اداء قرض کے نام سے کاٹی جاتی ہے وہ بھی ادا قرض نہیں بلکہ فنڈ میں جو رقم معمول کے مطابق کٹتی ہے اسی طرح کی یہ بھی ایک کٹوتی ہے اور اسی کی طرح یہ بھی ملازم کا محکمہ کے ذمہ قرض ہے کیونکہ یہ کٹوتی بھی اسی کے فنڈ میں جمع ہو کر اختتام ملازمت پر اسی کو مل جاتی ہے۔

اور جو رقم اس کی تنخواہوں سے بنام سود کاٹی جاتی ہے، یہ بھی شرعاً سود نہیں اس لیے کہ سود دوسرے کو دیا جاتا ہے اور یہاں یہ رقم ملازم ہی کو واپس مل جاتی ہے لہٰذا

ملازم کو مذکورہ طریقہ سے قرض لینے کی شرعاً گنجائش ہے۔

مسئلہ: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ملازم کو اس کے فنڈ میں سے جو رقم بنام قرض دی جاتی ہے شرعاً یہ قرض نہیں بلکہ اس کا جو قرض محکمہ کے ذمہ تھا اسی کے ایک جزو کی وصول یابی ہے اس لیے اس رقم کی وصول یابی کے وقت سے اس پر زکوٰۃ کے احکام ضابطہ کے مطابق جاری ہو جائیں گے۔

مسئلہ: اگلی تنخواہوں سے جو رقم محکمہ یہ کہہ کر کاٹتا ہے کہ دیا ہوا قرض اور اس کا سود وصول کیا جا رہا ہے چونکہ یہ شرعاً نہ ادا قرض ہے نہ سود بلکہ فنڈ کی دیگر کٹوتیوں کی طرح یہ بھی محکمہ کے ذمہ ملازم کا قرض ہے اس لیے سود اور زکوٰۃ کے مسائل میں اس کے بھی سب احکام وہی ہیں جو فنڈ کی دیگر جمع شدہ رقم کے ہیں اور پیچھے تفصیل سے گزر چکے ہیں۔

ٹیلیفون اور اس کے احکام و مسائل

آج کل کی نو ایجاد چیزوں میں سے ٹیلیفون اب اتنا عام ہو گیا ہے کہ شہروں میں تو اس کا خانگی ضروریات میں شمار ہونے لگا ہے مگر اس پر گفتگو کرنے کے شرعی آداب سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس کے چند آداب یہ ہیں۔

مسئلہ: کسی شخص کو ایسے وقت ٹیلی فون پر مخاطب کرنا جو عادۃً اس کے سونے یا دوسری ضروریات میں یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو، بلا ضرورت شدیدہ جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی وہی ایذا رسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔

مسئلہ: ٹیلی فون پر اگر طویل بات کرنا ہو تو پہلے مخاطب سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ کو ذرا سی فرصت ہو تو میں اپنی بات عرض کروں۔

مسئلہ: بعض لوگ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ پوچھتے ہیں کہ کون ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ اسلامی آداب کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے جیسے حدیث میں آیا ہے ان لزورك عليك حقا یعنی جو شخص آپ کی ملاقات کو آئے اس کا تم پر حق ہے کہ اس سے بات کرو اور بلا ضرورت ملاقات سے انکار نہ کرو۔ اسی طرح جو آدمی ٹیلی فون پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کا جواب دیں۔

(تفسیر معارف القرآن، ج ۶ ص ۳۸۲)

ریلوے سٹیشن ایروڈرم ہسپتالوں کے دفاتر میں استیذان کا حکم

مسئلہ: رفاہ عام کے اداروں میں جس مقام پر اس کے مالکان یا متولیان کی طرف سے داخلہ کے لیے کچھ شرائط اور پابندیاں عاید ہوں اس کی پابندی شرعاً واجب ہے مثلاً ریلوے سٹیشن پر اگر بغیر پلیٹ فارم کے جانے کی اجازت نہیں تو پلیٹ فارم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کی خلاف ورزی ناجائز ہے۔ ایروڈرم (ہوائی اڈے) کے جس حصہ میں جانے کی محکمہ کی طرف سے اجازت نہ ہو وہاں بغیر اجازت جانا شرعاً جائز نہیں، اسی طرح مساجد، مدارس، خانقاہوں، ہسپتالوں وغیرہ میں جو کمرے وہاں کے منتظمین یا دوسرے لوگوں کی رہائش کے لیے مخصوص ہوں جیسے مدارس اور خانقاہوں کے خاص حجرے یا ریلوے ایروڈرم اور ہسپتالوں کے دفاتر اور مخصوص کمرے جو مریضوں یا دوسرے لوگوں کی رہائش گاہ ہیں وہ بیوت غیر مسکونہ کے حکم میں نہیں بلکہ مسکونہ کے حکم میں ہیں۔ ان میں بغیر اجازت جانا شرعاً ممنوع اور گناہ ہے۔

(تفسیر معارف القرآن، ج ۶ ص ۴۲۵)

اخباری معمے

آج کل وبا کی طرح قمار کی یہ صورت عام ہو گئی ہے جو حل معمہ کے عنوان سے بہت سے اخباروں اور ماہوار رسالوں کا بڑا کاروبار بنا ہوا ہے۔ معمہ کی مختلف صورتیں لکھ کر اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا کوئی حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً ایک روپیہ فیس کا بھیجے تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان میں سے انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کا نام لاٹری یا قرعہ اندازی کے ذریعہ نکل آئے۔ اس میں بعض لوگ بڑے بڑے انعامات بھی مقرر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام غریب طبقہ کے لوگ بھی یہ سمجھ کر کہ فیس معمولی ہے ایک روپیہ ضائع ہی ہو گیا تو کوئی بڑا نقصان نہیں اور اگر کہیں نام نکل آیا تو دو لاکھ ہو جائیں گے۔ اس طرح میں قوم کے ہزاروں لاکھوں افراد معموں کے حل اور اس کے ساتھ ایک روپیہ بھیجتے ہیں۔

یہ کھلا ہوا قمار ہے کیونکہ ایک شخص اپنا فیس کا ایک روپیہ اس موہوم طریق پر ڈالتا ہے کہ یا تو یہ روپیہ بھی ضائع ہو گیا اور یا ہزاروں روپیہ لے کر آیا' اسی کا نام شرع اسلام میں جوا یا قمار ہے۔ بعض رسالوں میں یہ کاروبار کروڑوں کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس میں اگر وہ کوئی بے ایمانی بھی نہ کریں بلکہ وعدہ کے مطابق انعامات تقسیم کر دیں تب بھی اس کاروبار والوں کو لاکھوں کروڑوں روپے کی رقم بچ جاتی ہے جو لاکھوں غریبوں کے خون پسینہ کی کمائی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام غریب سے غریب تر ہوتے چلے جائیں۔ ان کا خون چوس کر لکھ پتی' کروڑ پتی بن جائیں۔ قمار کے حرام اور ناجائز ہونے کی یہی ایک وجہ کافی ہے کیونکہ اسلام کے اقتصادی نظام میں اصولی طور پر شدت کے ساتھ اس کا انسداد کیا گیا ہے کہ دولت عوام کے ہاتھوں سے سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں مقید ہو جائے۔

معمہ بازی کا مروجہ قمار اس وجہ سے اور بھی زیادہ سخت اور ہزاروں گناہوں کا مجموعہ ہو جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کے لیے ڈنکے کی چوٹ تمام عوام کو دعوت دی جاتی ہے۔ ہر ایک آدمی جو اس میں حصہ لیتا ہے قرآن کے کھلے ہوئے احکام کی خلاف ورزی کر کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کاروبار کے چلانے والوں پر ان سب کے گناہوں کا وبال عاید ہوتا ہے اور لوگ جو اس کاروبار کی کسی درجہ میں اعانت کرتے ہیں' وہ بھی شریک گناہ ہوتے ہیں۔ اس طرح بیک وقت لاکھوں کروڑوں مسلمان علانیہ طور پر اللہ و رسول کے صریح حکم کے خلاف ایک حرام قطعی کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور اس میں ہزاروں لاکھوں دیندار مسلمان بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر اس کا غیر منقطع سلسلہ جاری رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس وبال سے سب کو نجات عطا فرمائیں۔ آمین۔

(جواہر الفقہ جلد دوم' ص ۳۴۹)

مختلف مالیت کے بند ڈبوں کی خرید و فروخت: بازاروں اور نمائشوں میں بند ڈبے فروخت کیے جاتے ہیں کسی میں ایک پیسہ کا مال بھی نہیں ہوتا اور کسی میں زیادہ مال ہوتا ہے لوگ اس کو قسمت آزمائی سمجھ کر اختیار کرتے ہیں یہ بھی کھلا ہوا قمار حرام ہے۔

(جواہر الفقہ' ج ۲' ص ۳۵۰)

بچوں کے مختلف کھیل: بعض شہروں میں بچے بادام' اخروٹ یا کانچ کی گولیوں وغیرہ سے ہار جیت کرتے ہیں۔ یہ بھی قمار میں داخل ہے۔ بعض شہروں میں کنکوے اڑا کر پیسوں کی ہار جیت کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ دیہات میں لکڑی کی گیڈیوں یا سرکنڈے کے پوروں سے ہار جیت کھیلی جاتی ہے یہ بھی قمار ہے۔

(جواہر الفقہ' ج ۲' ص ۳۵۰)

سٹہ: سٹہ کا سارا کاروبار سٹہ ہی ہے۔ بنص قر حرام ہے اس کے کاروبار میں

کسی قسم کی اعانت بھی حرام ہے۔

پتنگ بازی اور کبوتر بازی: بعض لوگ پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت کھیلتے ہیں یہ کھیل خود بھی ناجائز ہیں اور ان میں روپیہ پیسہ کی ہار جیت مستقل گناہ اور صریح حرام ہے۔

نمائشوں کے انعامی ٹکٹ: چند سال سے کراچی لاہور وغیرہ میں دیکھنے میں آیا ہے کہ مختلف قسم کی نمائشوں کے اندر داخلہ کا ٹکٹ ہوتا ہے اور نمائش کے منتظمین یہ اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص مثلاً دس روپیہ کا ٹکٹ یک مشت خریدے گا اس ٹکٹ کے ذریعہ عام لوگوں کی طرح نمائش میں بھی داخل ہو سکے گا اور ان ٹکٹوں پر بذریعہ قرعہ اندازی کچھ انعام مقرر ہوتے ہیں، جس کا نمبر نکل آئے اس کو وہ انعام بھی ملتا ہے۔ یہ صورت صریح قمار سے تو نکل جاتی ہے کیونکہ ٹکٹ خریدنے والے کو اس ٹکٹ کا معاوضہ بصورت داخلہ نمائش مل جاتا ہے لیکن اب مدار نیت پر رہ جاتا ہے جو شخص موہوم انعام کی نیت سے یہ ٹکٹ خریدتا ہے وہ ایک گونہ قمار کا ارتکاب کر رہا ہے اور جس کے پیش نظر صرف نمائش میں جانا ہے اور انعام کی ہوس پیش نظر نہیں پھر اتفاقاً انعام بھی مل گیا وہ قواعد کی رو سے قمار کے حکم سے نکل گیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(جواہر الفقہ، ج ۲، ص ۳۵۱)

مشینی ذبیحہ کے احکام

مسئلہ: (مشینی ذبیحہ میں) اتنی بات متعین ہے کہ اگر جانور کی عروق (یعنی وہ رگیں اور نالیاں جن کا کاٹنا واجب ہے۔ ربع) ذبح نہیں کاٹی گئیں یا ذبح کرنے والا مسلمان یا کتابی نہیں ہے یا سب کچھ ہے مگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا قصداً چھوڑ دیا ہے یا کسی غیر اللہ کا نام اس پر ذکر کیا ہے تو وہ ذبیحہ حلال نہیں۔

کسی مشین میں شرائط مذکورہ کی خلاف ورزی نہ ہو تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اور ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہو جائے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

اور جب تک صحیح صورت حال معلوم نہ ہو اس وقت تک مشینی ذبیحہ کے گوشت سے احتیاط کرنا واجب ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(جواہر الفقہ، ج ۲، ص ۳۲۲)

انتخابات میں ووٹ، ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام ہے۔ اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم و عمل اور دیانتداری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے لیے یہ انتخابات ہو رہے ہیں اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

(۱) آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا وہ اس سلسلہ میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا ان کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہو گی آپ بھی اس کے عذاب یا ثواب میں شریک ہوں گے۔

(۲) اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے۔ ثواب و عذاب بھی محدود قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے اس لیے ثواب و عذاب بھی بہت بڑا ہے۔

(۳) سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے اس لیے آپ کے حلقہ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل و دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے

میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(۴) جو امیدوار اسلامی نظام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہے اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

(۵) ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسروں کی دنیا کے لیے اپنا دین کھو بیٹھے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(جواہر الفقہ، ج ۲ ص ۳۰۰-۳۰۱)

نصاب زکوٰۃ

مسئلہ: اگر کسی کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی ہے یا ساڑھے سات تولہ سونا ہے یا اس میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر روپیہ یا نوٹ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ نقد روپیہ بھی سونے چاندی کے حکم میں ہے (شامی) اور سامان تجارت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ: کارخانے اور مل وغیرہ کی مشینوں پر زکوٰۃ نہیں لیکن اس میں جو مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح جو خام مال کارخانہ میں سامان تیار کرنے کے لیے رکھا ہے اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ (درمختار وشامی)

(جواہر الفقہ، ج ۱ ص ۳۸۴-۳۸۵)

روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم

مسئلہ: کسی قسم کے انجکشن یا ٹیکہ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی

مکروہ ہوتا ہے۔

(جواہر الفقہ، ج ۱ ص ۳۷۹)

اس مسئلہ کے عقلی و نقلی دلائل ملاحظہ فرمانے کا شوق ہو تو امداد المفتین، ج ۲ ص ۴۸۸ تا ۴۹۴ کا مطالعہ فرمایئے۔

اسپرٹ کے احکام

مسئلہ: اسپرٹ شراب ہی کے حکم میں ہے اور نجس (یہ حکم اس اسپرٹ کا ہے جو انگور یا کھجور سے بنائی گئی اور جو اسپرٹ کسی اور چیز سے بنائی گئی ہو اس کے احکام میں تفصیل ہے جو علمائے کرام سے دریافت کی جا سکتی ہے۔ رفیع) ہے۔

(قال الشامی فی کتاب الطہارۃ وما یستقط من دردالخمر فنجس حرام) لیکن بضرورت چولھے میں جلانے کی فقہا متاخرین نے اجازت دی ہے۔ (امداد المفتین، ج ۲ ص ۹۷۴)

ڈاکٹر اور حکیم کی فیس

مسئلہ: حکیم اور ڈاکٹر کی اجرت جائے اور تشخیص مرض اور تجویز نسخے کی ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے بلاشبہ جائز ہے۔ بشرطیکہ حکیم حکیم ہو (یعنی کسی حاذق طبیب نے اس کو علاج کرنے کی اجازت دی ہو) ورنہ معالجہ کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(امداد المفتین، ج ۲ ص ۹۷۶)

مسئلہ: گیند کے کھیل خواہ کرکٹ وغیرہ ہوں یا دوسرے دیسی کھیل فی نفسہ جائز ہیں کیونکہ ان سے تفریح طبع، ورزش و تقویت ہوتی ہے جو

دنیوی اہم فائدہ بھی ہے لیکن شرط یہی ہے کہ یہ کھیل اس طرح پر ہوں کہ ان میں کوئی امر خلاف شرع اور تشبیہ کفار نہ ہو' نہ لباس اور طرز وضع میں انگریزیت ہو اور نہ گھٹنے کھلے ہوئے ہوں نہ اپنے اور نہ دوسروں کے اور نہ اس طرح اشتغال ہو کہ ضروریات اسلام نماز وغیرہ میں خلل آئے اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ کرکٹ' ٹینس وغیرہ کھیل سکتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے ورنہ نہیں آج کل چونکہ عموماً یہ شرائط موجودہ کھیلوں میں نہیں اس لیے ناجائز کہا جاتا ہے۔ (امداد المفتین' ج ۲' ص ۱۰۰۲)

میڈیکل سارٹیفکیٹ' کنٹرول اور راشن سکول سارٹیفکیٹ اور شہادت کاذبہ

اس زمانہ میں جھوٹ اور جھوٹی شہادت ایسی وباء عام کی طرح پھیل گئی ہے کہ عوام تو عوام' خواص کو بھی اس سے بچنا مشکل ہو گیا ہے۔ بہت سے تو مستقل پیشے اور کارخانے ایسے ہیں' جن کی بنیاد ہی جھوٹ اور جھوٹی شہادتوں پر ہے اس کے علاوہ بہت سے کام ایسے ہیں' جن کو عموماً لوگ شہادت اور گواہی نہیں سمجھتے۔ اس لیے بے دھڑک ان میں مبتلا ہوتے ہیں مثلاً ڈاکٹری سارٹیفکیٹ بیماری وغیرہ کا یہ ایک شہادت ہے اس میں کسی کو خلاف واقعہ لکھنا جھوٹی شہادت ہے۔

مدارس' سکولوں' کالجوں کے پرچوں پر نمبر لگانا ایک شہادت ہے اس میں کسی کو اندازے سے بڑھانا یا گھٹانا جھوٹی شہادت ہے۔ مدارس اور کالجوں کی سند و سارٹیفکیٹ میں جو الفاظ کسی طالب علم کے متعلق لکھے جاتے ہیں اگر وہ واقعہ کے خلاف ہیں تو یہ ایک جھوٹی شہادت ہے۔ جس پر دستخط کرنے میں علماء و صلحاء تک مبتلا ہیں۔

آج کل کنٹرول اور راشن کے معاملات میں' جن مجسٹریٹوں یا اہل محلہ کی سفارش

پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ ایک شہادت ہے۔ اس میں خلاف واقعہ لکھنا جھوٹی گواہی ہے۔ میونسپل بورڈ کے ممبروں کے پاس جو جانور ذبح کے لیے صحت وغیرہ کی تصدیق کے لیے لائے جاتے ہیں ان میں مرے گرے بیمار جانوروں کو پاس کرنا بھی جھوٹی شہادت ہے۔

ان رسیدوں' بیع ناموں پر دستخط کرنا جن کا معاملہ دستخط کرنے والوں کے سامنے نہیں ہوا یہ بھی جھوٹی شہادت ہے۔ اسی طرح رات دن کے کاروبار میں ہزاروں مثالیں ہیں جو شہادت کاذبہ میں داخل اور گناہ کبیرہ اور وعید شدید کی مورد ہیں' مگر ہم ہیں کہ شیر مادر کی طرح سب کو حلال جان کر بے فکری سے ان میں مبتلا ہیں۔

(گناہ بے لذت' ص ۳۸-۳۹)

انشورنس یا بیمہ کے احکام

مسئلہ: بیمہ کے کاروبار کو امداد باہمی کا نام دے کر جائز قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کی مروجہ صورتیں جتنی ہماری نظر سے گزری ہیں سود اور قمار سے خالی نہیں۔ اس لیے وہ سب حرام ہیں۔ اختیاری حالات میں اس میں مبتلا ہونا گناہ عظیم ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل علیحدہ رسالہ بیمہ زندگی میں لکھی گئی ہے اس میں ملاحظہ فرمائیں۔

(احکام القمار' ص ۲۵)

مسئلہ: البتہ بیمہ کی ایک اور چوتھی قسم کاغذات' سندات اور نوٹوں کا بیمہ ہے۔

(شامی طبع استنبول' ج ۳' ص ۳۴۵)

ان المودع اذا لاجرة على الوديعته يضنها اذا هلكت یعنی جس شخص کو کوئی سامان بغرض حفاظت دیا جائے گا اگر وہ اس کی حفاظت کا معاوضہ لیتا ہے تو ضائع ہو جانے کی صورت میں اس پر ضمان واجب ہو گا۔ ظاہر ہے کہ

محکمہ ڈاک وغیرہ جو سندات کاغذات وغیرہ سربمہر کر کے حفاظت کے وعدہ پر لیتا ہے اور اس حفاظت کی فیس بھی لیتا ہے تو ضائع ہو جانے کی صورت میں مذکورہ روایت کی بناء پر ضائع شدہ کاغذات کا ضمان اس پر لازم آئے گا۔

(بیمہ زندگی، ص ۱۸-۱۹)

اپنی مقررہ ڈیوٹی اور خدمت میں کوتاہی کرنا بھی ناپ تول میں کمی کرنے کے حکم میں ہے

یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ڈنڈی مارنے اور کم ناپنے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کسی کے ذمہ دوسرے کا جو حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا وقت چراتا ہے یا کام میں کوتاہی کرتا ہے وہ کوئی وزیر ہو یا امیر ہو یا معمولی ملازم اور وہ کوئی دفتری کام کرنے والا ہو یا علمی اور دینی خدمت جو حق اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرنا وہ بھی اس میں داخل ہے۔

(البلاغ مفتی اعظم نمبر، ص ۶۷۷)

اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہل علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے۔ اپنی ملازمت میں کمی کرنے کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔

(معارف القرآن، ج ۸، ص ۶۹۴)

مریض کو خون (ماخوذ از انسانی اعضاء کی پیوند کاری ملخصاً ص ۲۲۴ تا ص ۲۲۸) دینے کے احکام و مسائل

مسئلہ: کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان

بچانے کا اس کے سوا (خون دینے کے بغیر۔ احقر قریشی) کوئی اور راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

مسئلہ: جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی حاجت ہو یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دیے بغیر صحت کا امکان نہ ہو اس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔

مسئلہ: جب خون نہ دینے کی گنجائش ہو تو اس سے اجتناب بہتر ہے۔

مسئلہ: جب خون دینے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو یعنی جب ہلاکت یا مرض کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں خون دینا ہرگز جائز نہیں۔

مسئلہ: خون کی بیع تو جائز نہیں لیکن جن حالات میں جن شرائط کے ساتھ (مسئلہ نمبر ا میں) مریض کو خون دینا جائز قرار دیا ہے ان حالات میں اگر کسی کو خون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لیے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے مگر خون دینے والے کے لیے اس کی قیمت لینا درست نہیں۔

مسئلہ: کسی غیر مسلم کا خون مسلمان کے بدن میں داخل کرنے کے نفس جواز میں تو کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق یا فاجر انسان کے خون میں جو اثرات منتقل ہوتے ہیں اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے اس لیے صلحاء امت نے بچے کو فاسق فاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا بنا علیہ کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے تا بمقدور اجتناب بہتر ہے۔

مسئلہ: شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ شریعت اسلام نے

محرمیت کو نسب مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے ان سے تجاوز کرنا درست نہیں اور رضاعت سے ثبوت محرمیت، بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے۔ مدت رضاعت بھی اڑھائی سال کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اعضاء انسانی کی پیوندکاری کی تین صورتیں

ایک صورت جو زمانہ قدیم سے جاری ہے وہ تو یہ ہے کہ انسان کے عضو کا بدل جمادات یا نباتات وغیرہ سے تلاش کیا جائے اور فنی مہارت کے ذریعہ اس کو کار آمد مفید بنایا جائے جیسے مصنوعی آلہ سماعت، مصنوعی دانت وغیرہ کہ زمانہ قدیم سے اس کا رواج ہے اور حال میں سائنسی ترقیات نے اس فن کو بہت آگے بڑھا دیا ہے۔

اور ابھی اس میں ترقی کا بہت بڑا میدان ہے اس طرح کے مصنوعی اعضاء کا استعمال بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کیا بھی ہے۔ (حضرت عرفجہ صحابیؓ کی ناک جاہلیت کی ایک جنگ کلاب میں کٹ گئی تھی انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگائی اس میں بدبو پیدا ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد، ترمذی، مسند اعظم)

دوسری صورت یہ ہے کہ حیوانات کے اعضاء سے یہ کام لیا جائے یہ بھی قدیم زمانہ سے جاری تھا اور حال کی طبعی تحقیقات اور سرجری ترقیات نے اس میں نئے نئے انکشافات کیے ہیں اور اگر ماہرین فن حضرات اس طرف پوری توجہ دیں تو اس معاملہ میں بہت سے نئے انکشافات اور زیادہ سے زیادہ مفید اور کامیاب معالجات کی بڑی امید کی جا سکتی ہے۔

تیسری صورت انسانی اعضاء سے دوسرے انسان کے علاج کی ہے۔ مثلاً ایک

نابینا انسان کو دوسرے مردہ انسان کی آنکھیں لگا کر بینا کر دکھایا یا ایک انسان کا گردہ، پتہ، پھیپھڑا دوسرے مریض انسان کے جسم میں لگا کر اس کو تندرست کر دینے کا کرشمہ دکھایا گیا بلاشبہ آج کل ڈاکٹری اور سرجری کی نئی ترقیات نے اس طرح فنی طور پر اپنے کمال کا مظاہرہ کیا ہے مگر اس کے ساتھ اس کے بہت سے مضر پہلو ہیں جو پوری انسانیت کے لیے تباہی کا راستہ بن سکتے ہیں کہ غریب انسان کی آنکھیں اور گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بکا کریں گے جو انسانی شرافت و تکریم اور منشاء تخلیق کائنات کے بالکل منافی ہے۔ اسی لیے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت، کاٹ تراش کر استعمال کرنا سنگین جرم اور سخت حرام قرار دیا ہے اور دنیا کے ہر دور میں اور عقلاء و حکماء نے اس فیصلہ کو تسلیم کیا ہے اور تمام انبیا علیہم السلام کی مختلف شریعتوں کا بھی اس پر اتفاق رہا ہے۔ مسیحی دنیا جو آج کل ان چیزوں میں پیش پیش نظر آتی ہے اس کا بھی اصل مذہب یہی ہے۔

اسلام نے ایک انسان کے اعضاء کو دوسرے انسان کے لیے استعمال کرنا اس کی رضامندی اور اجازت کے ساتھ بھی جائز نہیں رکھا کیونکہ انسان کے اعضاء و اجزا انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں جن میں وہ مالکانہ تصرفات کر سکے۔ شریعت اسلامیہ کے اصول میں تو خودکشی کرنا یا اپنی جان یا اعضاء رضاکارانہ طور پر یا بقیمت کسی کو دینا قطعی طور پر حرام ہی ہے۔ جس پر قرآن و سنت کی نصوص صریحہ موجود ہیں۔

(انسانی اعضاء کی پیوندکاری، ص ۲۹ تا ص ۳۷ ملخصاً)

آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کے شرعی احکام

مسئلہ: نماز میں آلہ مکبر الصوت لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں بہت سے مفاسد ہیں اس لیے اس سے اجتناب کیا جائے اور سنت کے سیدھے سادھے طریقے پر آواز کو دور تک پہنچانے کے لیے مکبرین کا انتظام کیا جائے۔ لیکن اگر

کسی جگہ آلہ مکبر الصوت پر نماز ادا کرلی گئی تو نماز فاسد واجب الاعادہ نہیں ہے اور استعمال کرنے والوں کو کم از کم یہ لازم ہے کہ مکبرین کا پورا انتظام رکھیں کیونکہ علما کی ایک جماعت اس کو مفسد نماز قرار دیتی ہے۔ اس کے خلاف سے خروج کی فکر کرنا چاہیے۔ (آلات جدیدہ، ص ۴۳)

گراموفون کے احکام

مسئلہ: اگرچہ گراموفون مزامیر اور ملاہی محرمہ میں داخل نہیں مگر چونکہ آج کل اس آلہ کا استعمال ناجائز اور حرام لہو ولعب اور گانے بجانے میں ہونے لگا ہے اس سے اگرچہ جائز کلام کا اس آلہ میں سننا سنانا (خارجی مرض سے قطع نظر کرتے ہوئے) جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اس لیے سد ذرائع کے طور پر یہ صورت بھی ناجائز قرار دی جائے گی۔

مسئلہ: اس میں شبہ نہیں کہ بے ضرورت اس میں کوئی کلام بھرنا اور سننا ایک قسم کا لہو ولعب ہے اور اگر لہو ولعب کے ساتھ تشبیہ ہے اس لیے قرآن مجید کی اس میں تلاوت بھرنا یا سننا کسی وقت اور کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے اور عبادت کو ذریعہ لہو ولعب بنانا سخت حرام ہے۔

نیز یہ ایک قسم کی توہین ہے کلام الٰہی کی کہ لہو ولعب کے موقع پر لہو ولعب کی صورت سے اس کی تلاوت کی جائے۔ (آلات جدیدہ، ص ۸۴)

ریڈیو پر تلاوت قرآن سے متعلق احکام شرعیہ

مسئلہ: ریڈیو کی جس مجلس میں تلاوت ہوتی ہے وہ مجلس بھی لہو ولعب اور لغو چیزوں سے الگ ہوتی ہے اس لیے اس پر تلاوت قرآن مجید فی نفسہ

جائز ہے۔

ہاں تلاوت قرآن ریڈیو پر ہو یا اس سے علیحدہ کسی صورت میں، بہرحال محض تلاوت پر معاوضہ لینا حرام ہے اور معاوضہ لے کر پڑھنا بھی ناجائز اور اس کا سننا بھی درست نہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلہ کو اپنے رسالہ شفاء العلیل میں پوری تفصیل کے ساتھ مع دلائل لکھ دیا ہے۔

یہاں معاوضہ کے جواز کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اول یہ کہ تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر بھی ہو تو پھر وہ تلاوت مجردہ نہ رہے گی تعلیم کی حیثیت اختیار کرے گی اس کا معاوضہ لینا جائز ہوگا۔

(۲) دوسرے یہ کہ ریڈیو کی ملازمت اختیار کرے وہاں جانے آنے اور وقت کی پابندی وغیرہ کی تنخواہ لے اور تلاوت کو ثواب سمجھ کر کیا کرے۔

مسئلہ: ریڈیو پر تلاوت قرآن مجید سننا جائز ہے مگر سننے والوں پر لازم ہے کہ ایسی مجلس میں ریڈیو نہ کھولیں جس میں عام لوگ لہو ولعب، یا شور و شغب یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوں اور قرآن سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں ورنہ گناہگار ہوں گے۔ جب ریڈیو سے قرآن سننا ہی مقصود ہو تو ادب کے ساتھ بیٹھ کر سنیں اور ان تمام آداب کی رعایت کریں جو تلاوت قرآن کی مجلس کے لیے لازم ہے ایسا نہ کریں کہ ریڈیو کھول کر اپنے کاروبار میں لگ جائیں اور چلتے پھرتے اس کی آواز کان میں پڑتی رہے یہ آداب کے خلاف ہے۔

مسئلہ: ریڈیو یا آلہ مکبر الصوت کی آواز کو بھی اگر مصنوعی آواز مثل صوت صدیٰ کے قرار دیا جائے تو اس کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا اور اگر اس کو متکلم کی اصلی آواز قرار دیا جائے تو

سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔ اب یہ بات کہ یہ آواز اصلی ہے یا مصنوعی اس معاملہ میں سائنس جدید کے ماہرین کے اقوال خود مختلف ہیں جس کی تفصیل رسالہ مکبر الصوت میں ہے اس سے سجدہ تلاوت کے باب میں احتیاط اسی میں ہے کہ سجدہ تلاوت کو واجب قرار دیا جائے۔

مسئلہ: ریڈیو پر درس قرآن یا کوئی وعظ و تقریر کرنے سے پہلے سلام کرنا سنت سلف کے خلاف ہے اور خصوصاً اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل ترک ہے کہ حکم شرعی کے مطابق سلام سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہو جاتا ہے اور یہ واجب ادا جب ہو سکتا ہے جب جواب دینے والوں کا جواب سلام کرنے والا سنے۔ یہاں اس کا امکان نہیں اس لیے ایسے موقع پر سلام کرنا ہی عبث ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ کسی نے السلام علیکم ریڈیو پر کہہ دیا تو سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ تو مقتضی قواعد کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واجب کی ادائیگی اس طرح ہے کہ سلام کرنے والے کو اس کا جواب معلوم ہو جائے۔ سننے والوں کی قدرت میں نہیں اس لیے وجوب جواب ساقط ہو جانا چاہیے۔

البتہ احتیاطاً جواب سلام دے دیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ ایک کلمہ دعا کا ہے اور دعا غائبانہ بھی ہو سکتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(مسائل ماخوذ آلات جدیدہ، ص ۱۰۵ تا ۱۱۲ ملخصاً)

مصنوعی آنکھ لگوانا

مسئلہ: مصنوعی آنکھ لگوانا جائز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھو آلات جدیدہ، ص ۱۳۵-۱۳۶

سینما دیکھنا جائز نہیں

مسئلہ: سینما میں جب کہ تصاویر محرمہ موجود ہیں اور شئی محرم سے انتفاع و حظ کا ناجائز ہونا معلوم ہے اور باجہ کا منضم ہونا اور بھی قبح کو بڑھا دیتا ہے، اس لیے سینما دیکھنا ناجائز ہے۔

(آلات جدیدہ، ص ۱۴۰)

ٹیپ ریکارڈر مشین پر تلاوت قرآن کے احکام

مسئلہ: یہ مشین اپنی وضع اور عام استعمال میں کچھ گراموفون سے مختلف ہے کہ گراموفون کا استعمال عام طور پر لہو ولعب اور طرب کی مجلسوں میں تفریح طبع کے لیے ہوتا ہے اس کی مشین کا یہ حال نہیں بلکہ عموماً اس کو مفید کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص اپنی بدمذاقی سے گانے بجانے میں بھی استعمال کر لیتا ہو تو اس کی وجہ سے اس مشین کو آلہ لہو ولعب میں رکھا نہیں جا سکتا اس لیے اس مشین پر تلاوت قرآن اور دوسرے مفید مضامین کا پڑھنا اور اس میں محفوظ کرانا جائز ہے۔

مسئلہ: جب اس میں پڑھنا جائز ہے تو سننا بھی جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ ایسی مجلسوں میں نہ سنا جائے جہاں لوگ اپنے کاروبار یا دوسرے مشاغل میں لگے ہوں سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں ورنہ بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔

مسئلہ: ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ جو آیت سجدہ سنی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ سجدہ تلاوت کے وجوب کے لیے تلاوت صحیحہ شرط ہے اور آلہ بے جان و بے شعور سے تلاوت متصور نہیں۔

مسئلہ: ظاہر ہے کہ اس کے ریکارڈر میں بھی حروف قرآنی ایسی صورت سے نہیں لکھے جاتے جس کو پڑھا جاسکے اس کے نقوش کو قرآن نہیں کہا جا سکتا اور اسی بناء پر اس کا بلا وضو چھونا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(آلات جدیدہ ص ۱۴۳-۱۴۴)

پائپ سسٹم کی ٹینکیوں کے پاک وناپاک ہونے کے احکام

مسئلہ: اگر نیچے کی حوض یا اوپر کی ٹنکی میں نجاست ایسی حالت میں گری ہے کہ اس کا پانی دونوں طرف سے جاری ہے۔ مثلاً سرکاری پانی حوض میں آ رہا ہے اور حوض کا پانی بذریعہ پائپ اوپر چڑھایا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف پائپ کے ذریعہ غسل خانہ وغیرہ میں پانی نکالا جا رہا ہے تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک یہ حوض یا ٹنکی اس وقت بحکم آب جاری، جاری ہو جانے کی وجہ سے ناپاک ہی نہ ہوگی۔

مسئلہ: اور اگر حوض یا ٹنکی کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو، دونوں طرف یا کسی ایک طرف سے بند ہو تو اکثر فقہاء کے نزدیک یہ حوض اور ٹنکی ناپاک ہو جائے گی۔ پھر ناپاک ہونے کے بعد اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ کوئی ذی جرم ہے یعنی محسوس جسامت رکھتی ہے تو پہلے اس نجاست کو ٹنکی میں سے نکال دیا جائے پھر اس کو دونوں طرف سے جاری کر دیا جائے یعنی جس حوض یا ٹنکی میں نجاست گری ہے اس کے ایک طرف سے پانی داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے تو دوسری طرف سے پانی نکلتے ہی یہ حوض اور ٹنکی اور ان کے پائپ سب پاک ہو جائیں گے یہ ضروری نہیں

کہ کوئی خاص مقدار پانی کی نکل جانے کے بعد پاک قرار دیا جائے البتہ بعض فقہاء کے نزدیک تین مرتبہ اور بعض کے ہاں ایک مرتبہ حوض یا ٹنکی کا پانی بھر کر نکال دینا ضروری ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ایک طرف سے پاک پانی داخل کر کے دوسری طرف سے اتنا پانی نکال دیا جائے جتنا کہ وقوع نجاست کے وقت اس حوض یا ٹنکی میں موجود ہو، اس کے بعد حوض، ٹنکی اور اس کے پائپ کو پاک سمجھا جائے اور اگر تھوڑا سا پانی نکل جانے کے بعد بھی استعمال کر لیا جائے تو قول در مختار کے موافق گنجائش ہے۔

(آلات جدیدہ، ص ۱۲۵-۱۲۶)

زمین سے پانی دینے والے (ٹیوب نل) کے احکام

مسئلہ: وقوع نجاست کے وقت جس قدر پانی (نلکہ میں) ہو، اس قدر نکال دینے سے وہ پاک ہو جاتا ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ نل کے نیچے زمین میں سے پانی کی آمد ہوتی ہے تو کیا وہ ناپاک نہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ وہ پانی ایسا ہے کہ وہ جیسا متعارف کنوؤں میں بھی علاوہ بھرے ہوئے پانی کے ابلنے والا پانی ہوتا ہے مگر چونکہ وہ فی البر (کنویں میں) نہیں ہے اس کا اعتبار نہیں ہے اسی طرح جو پانی بالفعل اس آہنی کنویں کے اندر نہ ہوگا مگر بطور آمد کے نیچے سے بذریعہ مسامات ارض کے اس کے اندر آ جاتا ہے وہ معتبر نہیں۔

البتہ اگر تجربہ سے ثابت ہو جائے کہ اس نل کی جڑ میں پانی مجتمع رہتا ہے تو اس کو نجس کہیں گے اور تخمینہ سے جب اس قدر نکل جائے پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر اس آہنی کنویں میں ایسی نجس چیز گر جائے جو نکل نہ سکے تو اس کا نکالنا معاف ہے پھر اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ چیز ذی نجاست ہے جیسے ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑا یا عین نجاست ہے جیسے مردار کی بوٹی صورت اولیٰ

میں بلا انتظار معاف ہے صرف پانی نکالنے سے پاک ہو جائے گا اور صورت ثانیہ میں اتنی مدت تک انتظار کریں گے کہ گمان غالب ہو کہ وہ مٹی ہو گیا اور پھر پانی نکال دیں۔

(آلات جدیدہ، ص ۱۲۹-۱۳۰)

کھیلوں کے سامان کی خرید و فروخت

مسئلہ: جو سامان کفر و ضلال یا حرام و معصیت ہی کے کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت اور خرید و فروخت بھی حرام ہے اور جو لہو و مکروہ میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت بھی مکروہ ہے اور جو سامان جائز اور مستحسن کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت بھی جائز اور ناجائز دونوں طرح کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کی تجارت جائز ہے۔

(معارف القرآن، ج ۷، ص ۲۳)

آلات غنا و مزامیر اور اس کے احکام

مسئلہ: جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لیے وضع کیے جائیں (بنائے جائیں) جیسے آلات قدیمہ میں ستار ڈھولکی وغیرہ اور آلات جدیدہ میں اسی قسم کے آلات لہو و لعب ان کی ایجاد بھی ناجائز ہے۔ صنعت و حرفت بھی خرید و فروخت بھی اور استعمال بھی۔

(آلات جدیدہ، ص ۱۶)

مسئلہ: جو گانا اجنبی عورت کو ہو اس کے ساتھ طبلہ و سارنگی وغیرہ مزامیر ہوں وہ حرام ہے اور اگر محض خوش آوازی کے ساتھ کچھ اشعار پڑھے جائیں اور پڑھنے والی عورت یا امرد نہ ہو اور اشعار کے مضامین بھی فحش

یا کسی دوسرے گناہ پر مشتمل نہ ہوں تو جائز ہے بعض صوفیائے کرام سے جو سماع غنا منقول ہے وہ اسی قسم کے جائز غنا پر محمول ہے۔ (معارف القرآن، ج ۷، ص ۲۷)

چند ایجادات جدیدہ کے احکام

مسئلہ: جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں ناجائز میں بھی جیسے جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید و حمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں مخالف میں بھی۔ مثلاً ٹیلیفون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ان کی ایجاد و صنعت اور تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے۔ حرام و معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔

(آلات جدیدہ، ص ۱۶)

مسئلہ: دوسری قوموں کی بنائی ہوئی عام ضرورت کی چیزیں جیسے دیا سلائی یا گھڑی یا کوئی حلال دوا یا مختلف سواریاں (سکوٹر ویگن ٹرین وغیرہ) جن کا بدل ہماری قوم میں نہ ہو، کا استعمال جائز ہے۔ البتہ ایسی چیزیں جو دوسری قوموں کی محض قومی وضع ہیں جیسے کوٹ پتلون وغیرہ یا قومی وضع کی طرح کانٹے سے کھانا اس کے اختیار کرنے سے گناہ ہوگا کہیں کم کہیں زیادہ، البتہ جو چیزیں دوسری قوموں کی مذہبی وضع ہوں ان کا اختیار کرنا کفر ہوگا مثلاً صلیب لٹکا لینا (ٹائی باندھنا) یا سر پر چوٹی رکھ لینا وغیرہ۔ (حیوٰۃ المسلمین، ص ۱۹۸)

تصاویر کے شرعی احکام

مسئلہ: جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: بعض ممالک بعیدہ کے سفر کے لیے عام حکومتوں کی طرف سے مسافر کو مجبور کیا جاتا ہے کہ پاسپورٹ حاصل کرے اور اپنا فوٹو کھنچوا لے۔ اگر یہ سفر کسی شرعی ضرورت کے لیے یا معاش کی شدید ضرورت کے لیے ہو تو بوجہ اضطرار کے فوٹو کھنچوانا جائز ہے۔

(التصویر لاحکام التصویر ص ۷۰)

مسئلہ: جو تصویریں اس قدر چھوٹی ہوں کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہوں اور کوئی متوسط بینائی والا آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔ (التصویر الاحکام التصویر ص ۷۱) جو تصاویر کسی ایسی جگہ میں بنی ہوئی ہیں کہ وہ عادۃً پامال اور ذلیل و حقیر سمجھی جاتی ہیں مثلاً پامال فرش یا بستر میں یا بیٹھنے کے گدے تکیے و کرسی وغیرہ میں یا جوتا کے تلے میں یا برتنوں کے نیچے تلی میں ہو تو ان کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔

(رسالہ مذکور ص ۷۲)

مسئلہ: لیکن جو فرش محل اہانت میں نہ ہو مثلاً مصلّٰی وغیرہ تو اس میں تصویر رکھنا جائز نہیں۔

(رسالہ مذکور ص ۷۲)

مسئلہ: اسی طرح اگر مصور تکیے بڑے بڑے ہوں جن پر بنی ہوئی تصویر کھڑی نظر آئے ان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔

(رسالہ مذکور ص ۷۳)

مسئلہ: برتنوں میں جو تصویریں تلے کے سوا کسی جگہ ہوں وہ پامال و ممتہن کے حکم میں نہیں اس لیے اگر وہ بڑی تصویریں ہوں تو ان برتنوں کا استعمال بھی جائز نہیں۔

(رسالہ مذکور ص ۷۳)

مسئلہ: بچوں کی گڑیاں اور چھوٹے کھلونے اگر مصور ہوں تو ان کی خرید و فروخت اور بچوں کا کھیلنا ان سے جائز ہے۔

(ایضاً ص ۷۳)

مسئلہ: مٹی کی تصویریں یا ایسی مورتیں جو باقی رہنے والی نہیں اسی طرح مٹھائی یا دوسری کھانے کی چیزیں اگر بشکل تصویر بنائی گئی ہوں تو ان کا استعمال اور خرید و فروخت ناجائز ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ: اور عود محمدیہ میں ہے کہ بچوں کو اس کی اجازت نہ دینی چاہیے کہ وہ کھانے کی چیزیں بشکل تصویر بنائیں یا مختلف رنگ کے مصور نقشے خریدیں بلکہ حق تعالیٰ جس کو وسعت عطا فرمائیں اس کے لیے مناسب ہے کہ مٹھائی وغیرہ کے جو کھلونے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کو خرید کو توڑ دے اور لوگوں کو کھلا دے۔

(بلوغ القصد والمرام ص ۲۲)

مسئلہ: تصویریں اگر کسی غلاف یا تھیلی وغیرہ میں پوشیدہ ہوں یا کسی ڈبہ وغیرہ میں بند ہوں تو اس تھیلی یا ڈبہ وغیرہ کا گھر میں رکھنا جائز ہے اور ملائکہ رحمت کے دخول سے مانع نہیں اگرچہ بنانا اور خریدنا ان کا بھی جائز ہے۔

(حوالہ مذکور ص ۷۵)

مسئلہ: جس شخص کے بدن پر کوئی تصویر گدی ہو مگر کپڑوں میں مستور ہو اس کی امامت جائز ہے۔ (شامی) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر

تصویریں کسی کتاب یا رسالہ یا اخبار کے اوراق میں مستور ہوں تو ان کا گھر میں رکھنا بھی جائز ہے کیونکہ پوشیدہ تصاویر بھی چھوٹی تصاویر کے حکم میں ہیں۔

(حوالہ مذکور، ص ۷۵)

مسئلہ: جاندار کی تصویر بنانے اور فوٹو لینے کی اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں۔ (ص ۷۵)

مسئلہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پریس میں جاندار چیزوں کی تصاویر چھپتی ہوں اس کی ملازمت بھی طباعت کے کام میں جائز نہیں البتہ صاحب عیال اور حاجت مند آدمی کے لیے مناسب یہ ہے کہ پہلے جائز ملازمت کی تلاش کرے جب مل جائے اس وقت اس ملازمت کو ترک کرے۔ (ص ۷۶)

مسئلہ: اگر کسی نے تصویر بنوائی تو شرعاً اس کی اجرت دینا اس کے ذمہ واجب نہیں ہاں رنگ وغیرہ جو مصور نے خرچ کیا اس کی قیمت دی جائے گی۔

مسئلہ: سر کٹی ہوئی ناقص تصویریں یا ناقص گڑیاں بنانے کی اجرت لینا اور دینا دونوں جائز ہیں۔ (ایضاً ص ۷۶)

مسئلہ: بیع و شراء میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہو کر آجائیں جیسے اگر کپڑوں میں مورتیں لگی ہوتی ہیں یا برتنوں اور دوسری مصنوعات (مثلاً چھری، دیا سلائی، دواؤں کے ڈبے اور بوتلیں وغیرہ (گناہ بے لذت، ص ۵۰) جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے تو اس کی خرید و فروخت تبعاً جائز ہے۔

(حوالہ مذکور، ص ۷۶)

مسئلہ: لیکن جب کہ خود تصاویر ہی کی بیع و شراء مقصود ہو تو خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں۔

مسئلہ: جن تصاویر کا بنانا اور گھر میں رکھنا ناجائز ہے۔ ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ البتہ تبعاً بلا قصد نظر پڑ جائیں تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی اخبار یا کتاب مصور ہے مقصود اس کا مضمون دیکھنا ہے بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے اس کا مضائقہ نہیں۔

(حوالہ مذکور، ص ۷۷)

مسئلہ: عام طور پر حضرات صحابہ سے منقول ہے کہ جب وہ کسی ایسے گھر میں پہنچے جس میں تصاویر ہوں تو جس میں تصاویر ہوں تو اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ واپس چلے آئے۔ اس لیے مذہب جمہور فقہاء و مجتہدین کا اس بارے میں یہ ہے کہ ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں۔ جس میں تصویر ممنوعہ موجود ہوں۔ (ایضاً ص ۷۹)

مسئلہ: تصویر والے مکان میں اگر کوئی مریض ہو اس کی عیادت کرنے کے لیے بھی بغیر ضرورت کے وہاں جانا جائز نہیں لیکن ضرورت شدیدہ بہرحال مستثنیٰ ہے مثلاً کسی تصویر والے مکان میں جانا کسی معاش یا معاد کی ضرورت کے لیے ضروری ہے اور اس پر قدرت نہیں کہ وہاں سے تصویر ہٹا دے تو ایسے وقت مصور مکان میں داخل ہونا جائز ہے اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے۔

(حوالہ مذکور، ص ۷۹)

مسئلہ: جس مکان میں ممنوعہ تصویریں لگی ہوئی ہوں یا معلق ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(حوالہ مذکور، ص ۸۰)

مسئلہ: اگر کسی شخص کے مکان میں تصاویر ممنوعہ موجود ہوں تو ہر مسلمان کو اجازت ہے کہ وہ ان تصاویر کو ہٹا دے یا خراب کر دے بلکہ اگر

قدرت یعنی کسی جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کرنا واجب ہے۔

(حوالہ مذکور ص ۸۰)

مسئلہ: روپیہ پیسہ اور ٹکٹوں پر جو تصویر بنی ہوئی رائج ہے اول تو ان میں مجبوری ثانیاً وہ بہت چھوٹی ہیں اس لیے ان کے استعمال کا مضائقہ نہیں گناہ نہیں۔

(گناہ بے لذت، ص ۵۰)

دور حاضر کے جدید لباس کے احکام

حدیث میں ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک مردوں کا ستر ہے۔ (حاکم)

آج کل نئے فیشنوں نے نہ صرف مردوں کو بلکہ عورتوں کو بھی نیم برہنہ کر دیا ہے۔ مردوں نے انگریزی لنگوٹہ کا نام نیکر رکھ کر پہننا شروع کر دیا۔ آدھی رانوں تک کھلے ہوئے ماں بیٹیوں کے سامنے پھرتے ہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس میں ہمارے مالک کی ناراضی اور گناہ کبیرہ ہے۔ عورتوں کے ایسے لباس اختیار کر لیے کہ اول تو ان میں بہت سے اعضاء ستر گردن' بازو' سینہ تک کھلا ہی رہتا ہے اور جو اعضاء ڈھکے ہوئے بھی ہیں ان پر لباس ایسا چست پہنا جاتا ہے کہ بدن کی ہیئت نظر آتی ہے وہ بھی کھولنے کے حکم میں ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلا فرض جو مسلمان پر عاید ہوتا ہے وہ ستر چھپانا ہے جو صرف نماز میں نہیں بلکہ عام حالات میں یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں باستثنا مواضع ضرورت ضروری ہے مگر کچھ لوگوں نے مغربی فیشن کی رو میں بہہ کر اس فرض کو نظر انداز کر دیا اور کچھ لوگ جو مزدور پیشہ یا زراعت پیشہ ہیں انہوں نے دھوتی وغیرہ کی رسم اختیار کر لی جس میں ستر کھل جاتا ہے اور یہ سب کبیرہ گناہوں کا ذخیرہ محض بے فائدہ ہے کہ دنیا کی کوئی حاجت اور ضرورت اور لذت اس پر موقوف نہیں۔

اللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل (گناہ بے لذت، ص ۱۰۳)

جدید اسلحہ جنگ اور جہاد کے احکام

مسئلہ: جہاد کے لیے اسلحہ اور حرب سامان کی تیاری فرض ہے اس لیے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت' ٹینک' لڑاکا طیارے' آب دوز' کشتیاں' بم اور راکٹ جمع کرنا چاہیے اور اس کے لیے جس علم و فن کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دفاع اور کفار کے مقابلہ کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے۔

(تفسیر معارف القرآن' ج ۴ ص ۲۷۲)

رینجر پولیس کو بشارت: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن کا رباط یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا کام ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم) اس میں رینجر پولیس کے لیے کتنی عظیم بشارت ہے جبکہ ان کی نیت رباط یعنی اسلامی سرحدوں کو دشمنان دین سے محفوظ رکھنے کی ہو اور اس نیت کے ساتھ ان کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ بھی اس ثواب سے ان کو محروم نہ کرے گی۔

(فضائل جہاد، ص ۳۹)

بحری فوج کے لیے عظیم سعادت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک رات سمندر کے کنارے پر پہرہ دے تو اس کا یہ عمل اپنے گھر میں ایک ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے۔ (فضائل جہاد) اس میں بحری فوج کے لیے کتنی عظیم سعادت ہے۔

(اصلاحی نصاب)

حکومت کے فنڈ میں چندہ دینے کی فضیلت: حضرت خالد بن ولید

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو جہاد کا سامان دیا اس نے بھی جہاد کیا اور جو شخص کسی نمازی کے گھر والوں کی خبر گیری اور نگرانی میں لگا رہا اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری و مسلم) حکومت نے دفاعی فنڈ کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا اطمینان ہو تو اس میں چندہ دینا صحیح بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ (اصلاحی نصاب، ص ۲۱۰)

شہری دفاع کی خدمت بھی جہاد ہے: جہاد صرف محاذ جنگ پر جاکر لڑنے کا نام نہیں، جو لوگ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے گھروں کی حفاظت کے قصد سے شہر میں رہ جائیں وہ بھی مجاہد ہیں کیونکہ محاذ پر لڑنے والے سپاہیوں کی وہ امداد کر رہے ہیں کہ ان کے اہل و عیال اور گھر بار کی حفاظت کرکے ان کو بے فکر کر دیا۔ ہمارے ملک میں شہری دفاع کی خدمت انجام دینے والے جو بھی خدمت انجام دیتے ہیں وہ بھی اللہ کے نزدیک مجاہدین کے حکم میں ہیں۔ (فضائل جہاد، ص ۳۵، ۳۶)

بینک اور سود

مسئلہ: آیات (تفصیل کے لیے حضرت قدس سرہ کی کتاب مسئلہ سود میں ملاحظہ فرمائیں) قرآنی میں سود و ربا کی شدید ممانعت اور اس پر سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ اس لیے اسے بچنے کی فکر ہونا چاہیے اور گناہ ہونے کا احساس باقی رہے اور کم از کم یہ صورت نہ رہے کہ اس حرام کو حلال بنا کر ایک گناہ کے دو گناہ بنالیں جبکہ آج کل بینک کے سود کو منافع یا انٹرسٹ کا نام دے کر حلال سمجھا جاتا ہے۔ (معارف القرآن، ج ۱، ص ۶۸۰)

باقی رہا یہ سوال کہ بینک (اس ناچیز کو بنکوں کے متعلق اسعد ملتانی کا ایک قطعہ یاد آگیا جو بطور لطیفہ پیش خدمت ہے۔)

سنا تھا اہل مذہب سے بنکوں کے یہ بارے میں
نہ دینا ان کو سود اچھا نہ لینا ان سے سود اچھا
مگر کل ایک مہذب کہہ رہا تھا کیف ملتان میں
ترقی صنعتوں کے بارے میں بینکوں کا وجود اچھا

بغیر سود کے چل نہیں سکتے یہ خیال قطعاً صحیح نہیں ربا و سود کے بغیر بھی بینک سسٹم اسی طرح قائم رہ سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بہتر اور نافع و مفید صورت میں بھی آسکتا ہے سیدی حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے بلاسود بینکاری کے نام سے ایک جامع رسالہ تحریر فرمایا تھا جسے بینکاری کے بعض ماہرین نے بھی قابل عمل تسلیم کر لیا تھا اگر ان اصول و قواعد کی روشنی میں بینک سسٹم شرعی اصول پر آگیا تو دنیا دیکھ لے گی کہ اس میں پوری قوم و ملت کی کس طرح فلاح و بہبود ہے انشاء اللہ۔

بندوق کی گولی سے شکار کے مسائل

مسئلہ: بندوق کی گولی سے کوئی جانور زخمی ہو کر قبل ذبح مرجائے تو وہ ایسا ہے جیسے پتھر یا لاٹھی مارنے سے مرجائے جس کو قرآن کریم میں موقوذہ کہا گیا ہے اور حرام قرار دیا ہے۔ ہاں مرنے سے پہلے اس کو ذبح کر لیا جائے تو حلال ہو جائے گا۔ (تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۱۷)

مسئلہ: آج کل بندوق کی ایک گولی نوکدار بنائی گئی ہے اس کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ تیر کے حکم میں ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی تیر کی طرح آلہ جارحہ نہیں بلکہ خارقہ ہے جس سے بارود کی طاقت کے ذریعہ گوشت پھٹ جاتا ہے ورنہ خود اس میں کوئی طاقت نہیں اس لیے ایسی گولی کا شکار بھی بغیر ذبح کے جائز نہیں۔ (معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۱۸)

انگریزی دواؤں کا استعمال

مسئلہ: بعض علماء نے فرمایا ہے دوا و علاج کے لیے حرام چیزوں کا استعمال اس شرط سے جائز ہے کہ اس دوا کے استعمال سے شفا ہو جانا عادۃً یقینی ہو اور کوئی حلال دوا اس کا بدل نہ ہو سکے جبکہ پیاسے کے لیے شراب کا گھونٹ پینے کی اجازت دی گئی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری) تفصیل مذکور سے ان تمام انگریزی دواؤں کا حکم معلوم ہو گیا جو یورپ وغیرہ سے آتی ہیں جن میں شراب وغیرہ نجس اشیاء کا ہونا معلوم یقینی ہو اور جن دواؤں میں حرام و نجس اجزاء کا وجود مشکوک ہو ان کے استعمال میں اور زیادہ گنجائش ہے اور احتیاط بہرحال احتیاط ہے۔ خصوصاً جبکہ کوئی شدید ضرورت بھی نہ ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (معارف القرآن، ج ۱، ص ۴۲۷)

حقہ پینے کا حکم

یہ ایک دوا ہے، جو حکم اور دواؤں کا ہے اس کا ہے یعنی جائز بلا کراہت مگر اس میں بدبو ہے سو مسجد میں جانے کے وقت منہ صاف کر لے۔ (مجالس حکیم الامت، ص ۲۷۸)

ضبط ولادت کی شرعی حیثیت

ضبط ولادت کا اگر کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے خواہ مرد کی طرف سے یا عورت کی طرف سے کسی دوا یا انجکشن کے ذریعہ یا اپریشن اور خارجی تدابیر سے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے۔

ہاں منع حمل کی صورتیں خواہ وہ عزل وغیرہ کی صورت میں ہوں یا کسی دوا اور انجکشن یا خارجی تدابیر کے ذریعہ شخصی حالات کو دیکھ کر خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت وقتی طور پر بقدر ضرورت ان کا استعمال کر لینے کی گنجائش ہے اور وہ بھی اس وقت جبکہ اس کا عمل کا مقصد کوئی ناجائز نہ ہو لیکن اس کو قومی اور اجتماعی شکل دینا شریعت و سنت کا مقابلہ ہے کہ اس کو قوم و ملت کے لیے نہ صرف جائز بلکہ ذریعہ فلاح و ترقی قرار دینا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم و ملک کے لیے مضر یا کم از کم ناپسندیدہ بتلایا ہو، ہرگز جائز نہیں خصوصاً جبکہ اس کی بنیاد فقر و افلاس کے خوف یا اقتصادی بدحالی کے خطرہ پر رکھی جائے جس کو رب العالمین نے خاص نظام ربوبیت کے تحت اپنی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اور کسی کی مداخلت کو اس میں جائز نہیں رکھا عرب کے جاہل جو فقر و افلاس کے خوف سے اپنی اولاد قتل کر دیتے تھے ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے قرآن کریم نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ تمہارا یہ فعل نظام ربوبیت میں مداخلت کا مترادف ہے تمام مخلوق کے رزق کی ذمہ داری رب العالمین نے نہایت واضح الفاظ میں اپنے ذمہ لی ہے۔ **وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها یعلم مستقرها و مستودعها** (پارہ ۱۲) یعنی زمین پر چلنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو وہ ان سب کے ٹھیٹے ٹھکانے کو جانتا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ وہ جتنی جانیں اس عالم میں پیدا فرماتے ہیں ان کے رزق یعنی ضروریات زندگی کی کفالت وہ خود فرماتے ہیں اور اس شان سے فرماتے ہیں کہ مقرر کردہ راشن ڈپو پر جانے اور وہاں سے رزق حاصل کرنے کی محنت بھی ہر مخلوق کے ذمہ نہیں ڈالی بلکہ یہ بھی ان کے ذمہ نہیں کیا گیا کہ جب وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہوں تو درخواست دے کر اپنا راشن وہاں منتقل کرائیں بلکہ فرمایا **یعلم مستقرها و مستودعها** یعنی رب العالمین ہر جاندار کی مستقل قیام گاہ اور عارضی قیام گاہ کو

جاننا ہے وہیں اس کو رزق دیتا ہے (ضبط ولادت عقلی و شرعی حیثیت) مزید تفصیل کے لیے اصلی رسالہ کا مطالعہ کریں۔

حکومت کا غذائی کنٹرول

جب کسی ملک میں اقتصادی حالات ایسے خراب ہو جائیں کہ اگر حکومت نظم قائم نہ کرے تو بہت سے لوگ اپنی ضروریات زندگی سے محروم رہ جائیں تو حکومت ایسی چیزوں کو اپنے نظم اور کنٹرول میں لے سکتی ہے اور غلہ کی مناسب قیمت مقرر کر سکتی ہے۔ حضرات فقہاء امت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (معارف القرآن' ج ۵' ص ۸۷)

پارٹیوں اور دعوتوں میں کھانے کے بعد باہمی باتیں کرنے کا مسئلہ

جہاں حالات اور عادات سے یہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد مہمانوں کا دیر تک باہمی باتوں میں مشغول رہنا میزبان کے لیے باعث کلفت نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہو گا جیسا کہ آج کل پارٹیوں اور دعوتوں میں رواج ہو گیا ہے۔ دلیل اس کی آیت کا اگلا جملہ ہے جس میں ارشاد ہے۔

ان ذالکم کان یوذی النبی (الایه)

(معارف القرآن)

